P. O. RGD No. A 922

ہماری زبان

انجمن ترقی اردو (ہند) علیگڈھ کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ دو آنے | سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۲ | یکم فروری سنہ ۱۹۵۳ء | اڈیٹر۔ قاضی عبدالغفار | ۱۵ جمادی الاول ۱۳۷۲ ہجری | نمبر ۳

کچھ اپنی باتیں

ادب قانون کی زد میں

ادیبوں پر قانون کے نام سے دار و گیر کرنے کے مسلک میں پاکستان نے ایک خاص امتیاز حاصل کر لیا ہے۔ وہاں ادیب اور ادبی تحریکیں جس تنگ دلی اور بدگمانی کا شکار بنائی جا رہی ہیں وہ کوئی ایسی بات نہیں جس پر پاکستان کی حکومت مبارکباد کی مستحق ہو۔ ادب اور علم کی آزادیوں پر جس ملک میں اسطرح قانون کے حملے ہو سکیں وہ ملک تہذیب و تمدن کی صفوں میں بمشکل کوئی جگہ پا سکتا ہے۔ پاکستان کا گویا یہہ ایک طرہ امتیاز بن گیا ہے کہ وہاں علم و ادب کی وہ آزادیاں بھی سلب کی جاتی ہیں جو عام طور پر متمدن ممالک میں اکثر سخت گیر قوانین کی زد سے محفوظ رہا کرتی ہیں۔

حال ہی میں راولپنڈی کی سازش کے مقدمہ میں جسکی کارروائی اسقدر پردہ راز میں رکھی گئی کہ عدالت کا پورا فیصلہ بھی شائع نہیں کیا گیا دو ممتاز ادیب فیض احمد فیض اور سجاد ظہیر بھی سزایاب ہوئے ہیں۔ اس سوال پر تو کوئی بحث ممکن نہیں کہ ان ادیبوں پر الزام کیا تھا اور وہ کس طرح ثابت ہوا اس لئے کہ نہ تو کوئی فرد جرم شائع ہوئی اور نہ ان ادیبوں کو کسی قسم کی صفائی پیش کرنے کا موقعہ ملا۔ درحقیقت یہہ مقدمہ انصاف کی تاریخ کے صفحات پر ایک سیاہ دھبہ ہے جس سے پاکستان کی حکومت کا چہرہ داغدار ہے۔

لیکن ہمیں اس مقدمہ کی سیاسی نوعیت اور عدالتی کارروائی پر تبصرہ کرنا نہیں ہے البتہ ایک سیاسی سازش کا الزام دو ایسے بڑے ادیبوں پر لگا کر اسکو کسی عدالت میں ثابت کرنے سے گریز کرنا ہمیں یہہ کہنے کا موقعہ دیتا ہے کہ نام نہاد سازش کی کوئی حقیقت ہو یا نہ ہو لیکن ان ادیبوں پر قانون کی زد پاکستانی حکومت کے اسی مسلک کا ایک شاخسانہ ہے جو اس نے ادب کی آزادیوں کو سلب کرنے کے متعلق اختیار کیا ہے۔ کوئی متمدن ملک اور کوئی مہذب حکومت تمدن اور

تہذیب کی دعویدار نہیں ہوسکتی اگر وہ اپنے ملک میں ادبی تحریکوں کو انتظامی قانون کے ذریعہ سے دبانے کی کوشش کرے۔ یہہ ذمہ داری پاکستانی حکومت کی ہے کہ مقدمہ کی روئداد کو شایع کرکے اس الزام سے اپنے کو بچائے جو اس پر لگایا جارہا ہے۔

پاکستان میں ترقی پسند ادب کی تحریک کے ساتھہ شروع ہی سے جو عمل کیا گیا ہے اسی پالیسی کا ایک جزو ہم فیض اور سجاد کی اس سزا کو سمجھتے ہیں جو ایک ایسی نام نہاد سازش کا الزام لگاکر دی گئی ہے جسکی کوئی تفصیل ہمیں نہیں معلوم اور جسکے مقدمہ کی سماعت عام اصول انصاف کے مطابق کھلی عدالت میں بھی نہیں ہوئی۔

کوئی ملک جسکے ادیب اس طرح حکومت کی سیاست کا شکار ہوسکتے ہوں ترقی پسند ہونے کا دعوے نہیں کرسکتا۔

فیض اور سجاد نے اردو ادب کی جو خدمت کی ہے اور ان جیسے ادیبوں نے ہمارے ادب کو جو حیات تازہ بخشی ہے یہہ انکا ایک ایسا احسان ہے جسے ہم بھول نہیں سکتے۔ ادبی دنیا سے ان احباب کی جبری علیحدگی ایک افسوسناک حادثہ ہے۔ لیکن ہمیں یقین ہے فیض اور سجاد جیسے دھن کے پکے لوگ قید وبند کی تمام سختیوں کے باوجود جب بھی جیل خانوں سے واپس آئینگے اسی عزم کے ساتھہ اپنے کام میں لگ جائینگے جو ہر کمزور حکومت کے اعصاب کو صدمہ پہنچایا کرتا ہے۔

کرکیا ناصح نے ہمکو قید اچھا یوں سہی
یہہ جنون شوق کے انداز چھٹ جائینگے کیا
خانہ زاد زلف ہیں زنجیر سے بھاگینگے کیوں
ہیں گرفتار وفا زندان سے گھبرائینگے کیا

لسانی سامراج

پنڈت جواہر لال نہرو نے گوالیار کی سائنس کانگریس میں تقریر کرتے ہوئے زبان کے مسئلہ پر بعض ایسی اہم باتیں کہی ہیں جن پر بار بار غور کرنے کی ضرورت ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ:

ہندستان میں ایک عجیب تنوع ہے اور اسی کے ساتھہ ایک عجیب اتحاد ہے۔ ہمارے سامنے یہہ مسئلہ ہے کہ دونوں کو قایم رکھیں اور نہ تو تنوع کو کچل ڈالیں اور نہ اتحاد کو کم کریں۔ بعض لوگ اصرار کرتے ہیں کہ ان کے عقیدے کو دوسرے لوگ بھی ضرور قبول کرلیں اور وہ اپنا نقطہ نظر زبردستی دوسروں پر ٹھونستے ہیں۔ ہندستان میں زبان کے سوال میں یہہ رجحان نمایاں ہے۔ زبان کے مسئلہ میں یا کسی دوسرے مسئلہ میں یہہ ایک عیب ہے اگر کوئی شخص صلیبی جنگ کے سپاہی کی طرح عمل کرنے لگے۔ اس مسئلہ کو حل کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے اور وہ جمہوری طریقہ ہے۔یعنی یہہ کہ اشیاؤں کے درمیان ایک توازن قایم رکھا جائے۔

پنڈت جی نے فرمایا:

دوسروں کے معاملات میں اس طرح مداخلت ایک قسم کا سامراج ہے جو ۱۹ ویں صدی میں شروع ہوا تھا اور جس کے تحت سیاسی اور دوسرے اصول دوسروں پر زبردستی مسلط کئے جاتے تھے۔ اب یہہ رجحان مٹتا جارہا ہے اور یقیناً مٹ جائیگا اس لئے کہ اب دوسری طاقتیں کام کررہی ہیں۔

کانگریس کے اجلاس کے موقع پر پنڈت جی نے فرمایا کہ:

"ہم نے دستور ہند میں ہندوستان کی ۱۴ زبانوں کو رکھا ہے وہ سب ہندستان کی اہم زبانیں ہیں۔ ان میں قدیم سنسکرت سے لیکر دوسری زبانوں کے ساتھہ ہمارے اجداد کے ہاتھوں نشو ونما پانی ہوئی زبان اردو تک شامل ہے۔ ہم نے یہہ بالکل ٹھیک طے کیا ہے کہ ہندی ہماری قومی زبان ہونا چاہئے کیونکہ اس میں قومی زبان بننے

کی سب سے زیادہ صلاحیت ہے ہم کو اس کی ترقی کی کوشش کرنا چاہیئے اور اس کو جدید خیالات کے اظہار اور تخلیقی سرگرمیوں کا ذریعہ بنانا چاہیئے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی دوسری صوبائی زبانوں کی بھی ہمت افزائی کرنا ہے۔ ان میں کوئی رقابت نہ ہونا چاہیئے۔"

"اردو کی مخالفت میں جو آوازیں اٹھتی ہیں ان کو سن کر مجھے حیرت ہوتی ہے اردو اب ہندی کا مقابلہ نہیں کرتی ہے وہ صرف ایک ایسی جگہ کا دعوی کرتی ہے جو ہندوستان کے اس وسیع ملک میں اس کو بطور ورثہ ملی ہے۔ یہہ ہماری زبان ہے اور اس نے ہمارے ملک میں پرورش پائی ہے ہم کیوں اس کو مسترد کریں یا غیر ملکی سمجھیں؟ یہی وہ تنگ نظری اور ناروا داری ہے جو ہمارے کلچر کی نشو ونما کے لئے سب باتوں سے زیادہ خطرناک ہے"۔

وزیر اعظم کے ان دانشمندانہ نظریات اور اصولوں کا اگر کوئی اثر ہم دیکھ رہے ہیں تو وہ بمبئی اور مدھیہ پردیش کی پالیسی میں نظر آتا ہے۔ بمبئی میں سرکاری زبان کے متعلق مجوزہ قانون کو قانون ساز اسمبلی کے سامنے اس لئے نہیں رکھا گیا کہ وہاں کی حکومت نے بہتر سمجھا کہ جو زبانیں اس ریاست میں رایج ہیں ان سب کے درمیان توازن قایم رکھے۔ مدھیہ پردیش میں بھی اسی اصول پر عمل کرتے ہوئے مرھٹی اور ہندی دونوں کو سرکاری زبان تسلیم کر لیا گیا۔ مگر یہہ کیسی عجیب بات ہے کہ وزیر اعظم کی آواز کو اگر کوئی نہیں سنتا تو وہ صرف اتر پردیش کا لسانی سامراج ہے۔ یہاں صلیبی سپاہیوں کے جوش و خروش کے ساتھہ اس بات پر اصرار ہے کہ صرف ہندی' اور صرف ہندی' اور صرف ہندی۔! انتہاؤں کے درمیان توازن قایم رکھنے کا مشورہ یہاں نہیں سنا جاتا حالانکہ حقیقت یہہ ہے کہ یہاں وہ انتہا میں موجود ہی نہیں۔ انتہا تو صرف ایک ہی ہے! اردو والے ہندی کے مقابلہ پر کوئی چیز نہیں مانگ رہے ہیں نہ وہ ہندی کو اردو کا رقیب سمجھتے ہیں' وہ انتہا پسند نہیں ہیں' وہ حقیقت شناس ہیں اور سرکاری زبان کی حیثیت سے ہندی زبان کو تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن وہ اردو کا نام صرف اس لئے لیتے ہیں کہ اردو بہر حال اتر پردیش کی ایک بڑی زبان ہے اور وہ اس لسانی سامراج سے بھی اسی طرح چھٹکارہ چاہتے ہیں جس طرح انہوں نے سیاسی سامراج سے چھٹکارا حاصل کیا۔ اس میں نہ تو "اینٹی نیشنل" کوئی چیز ہے اور نہ "کمیونل"۔ البتہ یہہ ذہنی توازن کا سوال ہے اور اگر خدا اس ریاست کے لیڈروں کو بھی وہی ذہنی توازن عطا کر دے جو ہمارے وزیر اعظم کو حاصل ہے تو اردو ہندی کے اختلاف کا کوئی سوال ہی باقی نہیں رہتا۔

ہلکے ہلکے اشارے

—— بمبئی میں ایک لاکھ سے زیادہ آدمیوں کے اجتماع کو مخاطب کرتے ہوئے پنڈت جواہر لال نہرو نے فرمایا کہ وہ اردو بولتے ہیں اور ان کی مادری زبان اردو ہے ...... ہندی کو قومی زبان تسلیم کر لیا گیا ہے لیکن اس کے یہہ معنے نہیں کہ دوسری زبانوں کو مٹا دیا جائے۔ انہیں ترقی کرنے اور بڑھنے کا موقعہ دیا جانا چاہیئے ...... پنڈت جی نے یہہ بھی فرمایا کہ اردو اور ہندی میں کوئی فرق نہیں ہے وہ دونوں کو ایک ہی سمجھتے ہیں اور جو کچھہ اختلاف ہے وہ بھی رفتہ رفتہ دور ہو جائیگا...

—— مدھیہ پردیش کے وزیر اعظم نے ہندی اور مرھٹی دونوں زبانوں کو سرکاری زبان تسلیم کرتے ہوئے اپنی ایک تقریر میں

فرمایا کہ:-

"مدھیہ پردیش میں یہہ فیصلہ کرلیا گیا ہے کہ ہندی اور مرہٹی دونوں سرکاری زبانیں ہوں گی جو اپنے اپنے علاقہ میں استعمال کی جائینگی۔ ریاست نے اس کے لئے ایک قانون پاس کردیا ہے اور حکومت نے پورا پورا ارادہ کرلیا ہے کہ وہ اس پالیسی کو آگے بڑھائیگی وزیر اعظم نے دونوں زبانوں کے آدمیوں سے اپیل کی کہ وہ اپنی اپنی زبانوں کو ترقی دیں۔ چونکہ مرہٹی اور ہندی کے درمیان کوئی بنیادی اختلاف نہیں ہے اس لئے پنڈت شکلا نے کہا کہ دونوں زبانوں کو ایک وات اور شانہ بہ شانہ ترقی کرنی چاہیئے........

۔۔۔ اب اگر اس خبر میں مدھیہ پردیش کی جگہ ہم اتر پردیش اور ہندی مرہٹی کے بجائے ہندی اور اردو کا نام لکھدیں اور پنڈت شکلا کے بجائے اس تقریر کو پنت جی سے منسوب کردیں تو یہہ بات اپنی جگہ بالکل ٹھیک بیٹھتی ہے اور پنڈت جواہر لال نہرو کا یہہ فرمانا بھی صحیح ہوجاتا ہے کہ دوسری زبانوں کو ہندی کے ساتھ ساتھ بڑھنے اور ترقی کرنے کا موقعہ ملنا چاہیئے یعنی جس طرح مدھیہ پردیش میں مرہٹی اور ہندی ایک ہوگئیں اتر پردیش میں ہندی اور اردو کا میل ملاپ ہوجائے!۔ بات کتنی اونچی اور پاکیزہ ہے' لیکن جواہر لال نے فرمایا اور اتر پردیش کے نیتاؤں نے سن لیا۔ بات آئی گئی ہوئی!! انگریزی کی دفتری اصطلاح ہے: 'Seen, Filed'

اردو دشمنی کا کھلا مظاہرہ

(معاصر الجمعیۃ کا ایک اداریہ)

ہندی زبان کے اہل قلم نے الہ آباد کے ایک اجتماع میں عجیب و غریب نعرہ لگایا ہے یعنی اگر اردو زبان کو علاقائی زبان تسلیم کرلیا گیا تو ہندی زبان کی جو قومی زبان بنادی گئی ہے ترقی رک جائے گی اور اسے سخت نقصان پہونچے گا۔ اردو کے ان دشمنوں نے صرف یہی نہیں کہا کہ اردو کی علاقائی حیثیت تسلیم نہ کی جائے بلکہ ان فرقہ پرست اور تنگ نظر ہندی نوازوں نے اردو زبان کی علاقائی تحریک کو اینٹی نیشنل و قوم دشمن اور سیکٹیرین (فرقہ نواز) کا خطاب بھی عطا کیا ہے اور ایک قرار داد کے ذریعہ عوام اور حکومت سے اپیل کی ہے کہ وہ اس نقصان رساں تحریک کو آگے بڑھنے نہ دیں کیونکہ وہ ہندی کے خلاف چلائی گئی ہے اور اس کا مقصد ہندی کی مخالفت ہے! یہہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ یو۔پی کے عوام ہندی کے سوا کسی اور زبان کو علاقائی تسلیم نہیں کرسکتے اور نہ دیوناگری رسم خط کے سوا کسی اور رسم الخط کو برداشت کرسکتے ہیں کیونکہ دوسری زبان اور دوسرے رسم خط سے اندیشہ ہے کہ ہندی کی فطری ترقی رک جائے اور اس کی قومی حیثیت کو نقصان پہونچے! اس سے زیادہ قرار داد میں جو بات کہی گئی ہے وہ یہہ ہے کہ ہندی زبان کے اہل قلم حضرات کو ہندی کے ان مخالفین سے خبردار رہنا چاہیئے جو وحدت پسند اور موقع پرست ہیں اور جو یو پی میں اینٹی نیشنل تحریک کو فروغ دینا چاہتے ہیں۔

کیا ان خیالات کو سنکر ہم یہہ نتیجہ نکال لیں کہ تمام ہندو فرقہ پرست تنگ نظر' عام دشمن اور چھوت چھات کے پرستار ہیں؟ مگر نہیں ہم ایسا نہیں کہہ سکتے کیونکہ اردو زبان مسلمانوں کی زبان نہیں ہے اور نہ سارے ہی ہندو اس کے مخالف ہیں' دور نہ جائیے اسی اردو زبان کی علاقائی تحریک کو لیجئے جسے اینٹی نیشنل اور نہ معلوم کیا کیا کہا گیا ہے' اس میں ہندوستان کے وہ ہندو بھی شامل ہیں جن کی زبان دانی اور جن کے ادب پر ہندوستان کو ناز ہے اور جنہوں نے اردو زبان کی وقیع اور پائیدار خدمات انجام دی ہیں' گویا علاقائی زبان کی تحریک ایک مشترک تحریک ہے سب ہندو' مسلمان اور سکھ آپس کے تعاون سے چلا رہے

ہیں اور یہ سب ملکر چاہتے ہیں کہ یو۔پی میں اردو زبان کو ہندی کے بعد آخری درجہ حاصل ہو اور حکومت اس کی علاقائی حیثیت کو تسلیم کرے، اور جب یہ تحریک مشترک ٹھری تو جن لوگوں نے اس تحریک کو قوم دشمن اور فرقہ وار قرار دیا ہے اور اس کے چلانے والوں کو موقع پرست اور رجعت پسند کے خطابات دیئے ہیں وہ خود اپنے ہی قول سے پرلے درجہ کے فرقہ پرست، انتہا درجہ کے رجعت پسند اور بدترین قسم کے موقع پرست قرار پائے اور یہ کہنا درست نہ ٹھرا کہ اردو دشمنی میں تمام غیر مسلم متحد ہیں اور ہندوستان کے تمام ہندو تنگ نظر اور فرقہ پرست واقع ہوئے ہیں! ہاں جو شخص ایک مشترکہ تحریک کو اینٹی نیشنل قرار دیتا ہے وہ خود قوم دشمن اور تنگ نظر متعصب ہے اور اس کی یاوہ گوئی ہذیان کی حد تک پہونچ چکی ہے!

ایک بات اور بھی قابل غور ہے وہ یہ کہ ہندی کے نام نہاد حامیوں نے جس رنگ میں اردو کی مخالفت شروع کر رکھی ہے وہ ان کی فرقہ پرستی، رجعت پسندی اور تنگ نظری کو اور زیادہ نمایاں کر دیتی ہے۔ جن لوگوں نے الہ آباد کے اجتماع میں یہ کہا کہ اگر اردو کو علاقائی زبان تسلیم کر لیا گیا تو اس سے ہندی کی ترقی رک جائیگی۔ اور فرقہ وارانہ رجحانات کو تقویت پہونچے گی انہوں نے یہ کبھی نہیں کہا کہ پیپسو میں ہندی کے ساتھ پنجابی زبان کو کیوں سرکاری زبان تسلیم کر لیا گیا؟ مدھیہ پردیش میں ہندی کا جوڑ مرھٹی زبان سے کیوں لگایا جا رہا ہے؟ بنگال میں ہندی کے ساتھ بنگالی زبان کو ہرگز سرکاری زبان تسلیم نہ کرنا چاہیئے، جنوب میں تلنگی زبان کے لئے کوئی جگہ نہیں؟ گویا اگر دوسرے علاقوں میں پنجابی، مرھٹی، بنگالی، تلنگی وغیرہ زبانیں ہندی کے ساتھ ساتھ چلتی رہیں تو ان سے ہندی کو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ لیکن یو۔پی میں ایک ایسا علاقہ ہے کہ اگر وہاں اردو کی علاقائی حیثیت تسلیم کر لی گئی، تو ہندی دم دبا کر بھاگ جائے گی۔ یا اردو کو دیکھتے ہی اس دم کا نکل جائے گا۔ اگر ہندوستان بھر میں صرف ہندی ہی کو باقی رکھنا ہے تو تمام مقامی اور علاقائی زبانوں کی مخالفت ہونی چاہیئے مگر اردو کے دشمنوں کو دوسرے علاقوں میں ہندی کے لئے کوئی خطرہ نظر نہیں آتا، صرف اردو ہی ایک ایسی زبان ہے جسے اگر علاقائی حیثیت حاصل ہو گئی تو آسمان ٹوٹ پڑے گا اور ہندی کا سارا رنگ و روپ اور نکھار کافور ہو جائے گا؟ کیا اس روش سے ہندی کے نام نہاد حامیوں کی فرقہ پرستی تنگ نظری، رجعت پسندی، موقع پرستی اور عدم دشمنی کا اظہار نہیں ہوتا؟ کیا یہ بات ثابت نہیں ہو جاتی کہ ان فرقہ پرستوں کو ہندی سے کوئی محبت نہیں بلکہ اردو سے دشمنی ہے۔ اگر یو۔پی کی عام زبان اردو نہ ہوتی تو یہ لوگ ہندی کی حمایت میں وہ زور شور نہ دکھاتے جو اب دکھا رہے ہیں!

اب آئیے ہم ہندوستان کے دستور سے بھی مشورہ لیں کہ آیا اردو زبان کی علاقائی تحریک رجعت پسندانہ اور فرقہ وارانہ ہے یا اور آیا تحریک کو چلانے والے دستور کے وفادار ہیں یا اس کی مخالفت کرنے والے؟ دستور کی فہرست پر نظر ڈالیے تو معلوم ہوگا کہ اس میں علاقائی زبان کی تعداد ۱۴ ہے جن میں ایک ہندی اور دوسری اردو بھی ہے، ہندی تو سرکاری زبان تسلیم کر لی گئی، چشم ما روشن دل ما شاد، رہی، اردو اور دوسری ۱۳ علاقائی زبانیں سو ان کے متعلق اس دستور کی دفعہ ۲۹ (الف) میں مذکور ہے کہ شہریوں کا کوئی طبقہ جو ہندوستان کے کسی علاقہ یا اس کے کسی حصہ میں آباد ہو اور جس کی زبان رسم الخط اور کلچر مخصوص ہو ان کے محفوظ رکھنے کا مجاز ہوگا۔ اب

سوچنے کی بات یہہ ہے کہ اگر کسی علاقہ کے لوگ اپنی علاقائی زبان کو علاقائی تسلیم کرانے کے لئے کوشش کریں تو کیا اس کوشش کو سرکاری زبان کے خلاف تصور کیا جائے گا؟ کیا کانگریس یا کسی دوسری جماعت یا افراد کو یہہ حق حاصل ہے کہ وہ اس کوشش کو رجعت پسندانہ، فرقہ وارانہ، موقعہ پرستانہ اور اانٹی نیشنل قرار دیں؟ اور کیا وہ لوگ غدار قرار پا سکتے ہیں جو دستور کی اجازت سے فائدہ اٹھائیں یا وہ جو اس اجازت کو ملیامیٹ کرنا چاہیں اور اس کی اجازت کو اجازت ہی تسلیم نہ کریں؟ کیا تضاد ہے کہ فرقہ پرست لوگ ایک طرف تو دستور کی توہین کرنے والوں کو غدار قرار دیتے ہیں دوسری طرف وہ خود ہی دستور کی توہین کر کے ملک کے وفادار بھی بننا چاہتے ہیں! جہاں تک آردو کی علاقائی جد و جہد کا تعلق ہے بات بالکل صاف ہے یعنی دستوری حق کے لئے دستوری جد وجہد کرنا عین وفاداری ہے۔ اور اس کی مخالفت عین غداری اور رجعت پسندی۔ الہ آباد کے اجتماع میں ہندی کے جن نام نہاد حامیوں نے آردو کی علاقائی تحریک کی مخالفت کی ہے وہ سب فرقہ پرست دستور کے دشمن اور اانٹی نیشنل ہیں بلکہ دستور اور ملک کے غدار ہیں؟ معاف کیجئیے یہہ القاب ان ہی حضرات کے عطا کئے ہوئے ہیں اور ہم آنہیں بصد شکریہ ان ہی کو واپس کر رہے ہیں۔

علاقائی تحریک

لکھنو ۱۷ جنوری سنہ ۱۹۵۴ع سلطانہ بیگم صاحبہ آفس سکریٹری آردو علاقائی زبان کمیٹی اطلاع دیتی ہیں کہ تحصیل امروہہ میں محمد احسان صاحب نے بہت تیز رفتاری سے دستخطی مہم کو شروع کر دیا ہے اور آردو علاقائی زبان کمیٹی کے صدر دفتر نظر باغ۔ برکت روڈ لکھنؤ کو فارم برابر بھیج رہے ہیں اس کی وجہ سے اب ضلع مراد آباد سے وصول شدہ دستخطوں کی تعداد ایک لاکھ ایک ہزار دوسو پچاس ہوگئی ہے جب کہ سہارنپور سے اب تک صرف چورانوے ہزار پانچ سو دستخط حاصل ہوئے ہیں۔

پچاس ہزار سے زیادہ دستخط بھیجنے والوں کی ترتیب حسب ذیل ہے:۔

مقام		تعداد دستخط
لکھنؤ	----------	۲۰۳۹۶۰
میرٹھ	----------	۱۲۲۳۸۰
مراد آباد	----------	۱۰۱۲۵۰
سہارنپور	----------	۹۴۵۰۰
مظفر نگر	----------	۵۹۲۵۰
بجنور	----------	۵۲۱۱۰
رامپور	----------	۵۳۰۶۰

اب تک دفتر آردو علاقائی زبان کمیٹی میں موصول شدہ دستخطوں کی تعداد گیارہ لاکھ پچاس ہزار ہے یہہ تعداد ان ڈیڑھ لاکھ دستخطوں کے علاوہ ہے جو ہم کو مسترد کر دینا پڑے ہیں۔ شہر لکھنؤ سے اب تک ڈیڑھ لاکھ کے قریب دستخط حاصل کئے جا چکے ہیں۔ یہہ سب کام کل ڈھائی مہینہ میں کیا گیا۔

اس تیز رفتاری سے اتنے دستخط حاصل ہونے کا راز یہہ ہے کہ یہاں جس محلہ میں دستخط کرائے گئے ہیں وہاں کوئی گھر چھوڑا نہیں گیا ہے اور عورتوں کے دستخط یا انگوٹھوں کے نشانات ضرور لئے گئے ہیں۔

(بقیہ ہلکے ہلکے اشارے)

---نئی دہلی ۲۳ جنوری۔ ایرانی پریس ڈیلی گیشن کے لیڈر مسٹر عباس مسعودی نے کہا کہ انہیں یہہ دیکھکر حیرت اور مسرت ہوئی کہ ہندستان کے وزیر داخلہ ڈاکٹر کاٹجو نہ صرف یہہ کہ فارسی زبان سمجھتے ہیں بلکہ بے حد روانی کے ساتھہ اس میں شستہ گفتگو بھی کر لیتے ہیں

انہوں نے ایرانی پریس ڈیلیگیشن سے دو گھنٹہ تک فارسی میں بات چیت کی۔

مسٹر مسعودی نے بتایا کہ اس سے پہلے گورنر بمبئی مسٹر باجپائی نے بھی ہم لوگوں سے فارسی زبان میں تبادلہ خیال کیا تھا۔

ہمیں اندیشہ ہے کہ ٹنڈن جی کی رائے میں یہہ اصحاب ایک غیر ملکی زبان بول کر سنسکرتی تہذیب کو نقصان پہنچاتے ہیں!

پاکستانی انجمن ترقی اردو کے صدر ڈاکٹر عبد الحق نے اپنے ایک تازہ بیان میں فرمایا کہ

"ہم یہاں بڑی بڑی امیدیں لے کر آئے تھے اور سمجھتے تھے جو کام ہم چالیس سال میں بڑی مشکل سے کرنے پائے تھے وہ ہم ۵ سال میں کر گزریں گے۔ لیکن یہاں آکر بہت مایوسی ہوئی اور زیادہ مایوسی حکومت کے رویے سے ہوئی۔ اس وقت اس کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتا لیکن جو حکومت اپنی قومی زبان کا نام لینے سے شرماتی ہو اور دوسروں کو روکتی ہو وہ اس کی ترقی کی کب روادار ہو سکتی ہے۔؟"

--عجیب تماشا ہے کہ ہندستان میں اردو زبان اس لئے مردود ہے کہ وہ تو پاکستان کی زبان ہے اور پاکستان میں اسکا جو حال ہے وہ ڈاکٹر عبدالحق کی زبان سے آپ نے سن لیا۔ ہندستان میں اردو کے دشمنوں کو اس سے بھی تسکین حاصل نہ ہوگی۔ وہ تو کہے جائینگے کہ اردو زبان ہندستان کی زبان نہیں پاکستان کی ہے چاہے پاکستان میں اسکا کچھہ ہی حال ہو!! بات یہہ ہے کہ اخر ان دوستوں کو کہنے کے لئے تو کوئی بات چاہئیے!!

لکھنو ۲۶ جنوری۔ آج شام کو گورنمنٹ ہاوس لکھنو میں مشاعرہ اور کوی سمیلن کی ملی جلی ایک محفل شاندار طور پر منعقد ہوئی جس میں اردو شعراء نواب مرزا جعفر علی خان اثر، پنڈت آنند نرائن ملا، آل احمد سرور، قدیر لکھنوی، سراج لکھنوی، امین سلونوی، دل لکھنوی، شاد ملیح آبادی اور نشاط صاحب اور ہندی کوی میں شری بھگوتی چرن ورما، شیو سنگھہ سروج، نشنک جی، پدم جی، شریمتی سومتا کماری سنہا اور مسز ورما سنگھہ نے اپنا کلام سنایا۔

اس محفل میں گورنر یو-پی مسٹر کے، ایم منشی اور مسز لیلاوتی منشی کے علاوہ یو-پی کے وزیر لوکل سیلف گورنمنٹ مسٹر موہن لال گوتم، مسٹر نصر اللہ جج الہ آباد ہائی کورٹ، چودھری حیدر حسین (ممبر پارلیمنٹ) وغیرہ شریک تھے۔ اور خواتین کی ایک بڑی تعداد بھی شریک محفل تھی۔

--کہنا صرف یہہ ہے کہ ان شاعروں کا زہر کہاں سے کہاں تک پہنچتا ہے۔ مسٹر منشی کے گورنمنٹ ہاوس تک!! ہمارے اردو دشمن دوستوں کو سب سے پہلے مشاعروں کی ممانعت کرانی چاہئیے۔ کیوں نہ اسمبلی میں ایک بل پیش ہو جائے کہ چونکہ یہہ مشاعرے ملک کی ایکتا کے لئے خطرہ بن گئے ہیں لہذا انکو بند کیا جائے!

--میرٹھہ ۲۰ جنوری آل انڈیا جن سنگھہ کے جنرل سکریٹری مسٹر این دیال اپادھیا نے ایک پریس کانفرنس میں بہت سے سوالات کا جواب دیتے ہوئے واضح کیا کہ موجودہ حکومت عوام کی بھلائی کے لئے کوئی کام نہ کر سکیگی۔ آپ نے کہا کہ اردو کو علاقائی زبان بنانے کی آڑ لیکر کچھہ لوگ قومی زبان کی توہین کر رہے ہیں اور اس مہم کا مقصد فرقہ پرستی کو فروغ دینا ہے۔

--فرقہ پرستوں کی زبان سے فرقہ پرستی کی مذمت کسقدر اچھی معلوم ہوتی ہے!۔

--ظاہر ہے کہ اپادھیا جی کی رائے میں اگر حکومت نے علاقائی زبان کی تحریک کو بند نہ کیا تو وہ عوام کی بھلائی کا کوئی کام بھی نہ کر سکیگی۔

--ہم نے یہہ سنا ہے، خدا کرے کہ یہہ خبر غلط ہو کہ اپادھیا جی نے یہہ جو کچھہ فرمایا اردو ہی زبان میں فرمایا!!

عزمِ کوہ کنی

[تحریکِ اردو کی حمایت میں]

(آل احمد سرور)

یہ سوچتے تھے چمن میں بہار آتے ہی
ہمارے پھولوں سے مہکیں گے بام و در کتنے
ہماری باتوں پہ جھومیں گے کتنے دل والے
ہمارے قدموں سے جاگیں گے رہ گزر کتنے

لہو دیا ہے ہر اک نوکِ خار کو ہم نے
خزاں کے دور میں پوجا بہار کو ہم نے
جو زعمِ حسن میں اہلِ وفا کو بھول گیا
سکھائے ناز و ادا اس نگار کو ہم نے

عروسِ وادیٔ گنگ و جمن کی زلفوں کو
دیے ہیں کتنے دلآویز پیچ و خم ہم نے
طلوعِ مہر کی خاطر سیاہ راتوں میں
ستارے کتنے اگائے ہیں بیش و کم ہم نے

نگارِ شاہ و گدا، شیخ و برہمن کا گداز
سرشکِ چشمِ وفا، سرگزشتِ زلفِ دراز
ہر ایک عارف و عامی کے قلب کی دھڑکن
بہارِ شاہدِ معنی، دکانِ آئینہ ساز

مورخ اپنے ہی زرین ورق کو بھول گئے
معلم آج کے، کل کے سبق کو بھول گئے
جو اس کے نام کی مالا جپا ہی کرتے تھے
حکومت آئی تو اردو کے حق کو بھول گئے

"ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز"
غرورِ عشرتِ پرویز و عزمِ کوہ کنی
چراغِ اہلِ محبت کب آندھیوں سے بجھا
خرد کو راس ہی آئی جنوں کی خندہ زنی

وہ موجِ نور نہیں ہے، فریبِ ظلمت ہے
جو اپنے جلوۂ صد رنگ کو غبار کہے
سنو نہ اہلِ چمن لاکھ باغباں کوئی
روش کو سبزۂ بیگانہ، گل کو خار کہے

یہ قہر کون سہے گا کہ اپنی محفل میں
ہجومِ شوق نہ ہو لطفِ داستاں نہ رہے
دلوں میں ساقیٔ سرشار کا ترانہ نہ ہو
لبوں پہ غالب و اقبال کی زباں نہ رہے

ابھرنے دو ابھی موجوں کا سازِ زیرِ لبی
یہ نقشِ عشرتِ ساحل مٹا ہی دیتا ہے
بلا سے ریت میں ہوتا ہے جذب ہونے دو
یہ قطرہ قطرہ لہو، گل کھلا ہی دیتا ہے

اردو کانفرنس علیگڑھ

اردو کے تحفظ اور اس کی ترویج و ترقی کے لئے اب بہت زیادہ ضروری ہو گیا ہے کہ وہ سب لوگ جو اردو زبان اور ادب سے محبت رکھتے ہیں ایک جگہ بیٹھ کر اسباب اور وسائل کا جائزہ لیں اور کام کے لئے خاکے تیار کریں۔ اس کام میں مذہب و ملت، فرقہ و برادری، صوبہ اور ضلع، غرض یہ کہ ہر قسم کی تفریق کو چھوڑ کر یکجہتی کی سخت ضرورت ہے۔

اس مقصد کو سامنے رکھ کر علی گڈھ کے چند کارکنوں نے کچھ عرصہ ہوا یہ طے کیا کہ یہاں اردو کانفرنس منعقد کی جائے اور ملک کے ہر حصہ سے اردو کے بہی خواہوں کو مدعو کیا جائے۔ اس خیال کا ہر طرف سے خیر مقدم ہوا اور بہت سے اداروں اور افراد اس میں شریک ہونے کے لئے پوری طرح تیار ہیں۔ عنقریب یہ کانفرنس ہوگی اور وہ سب لوگ جو اردو کو عزیز رکھتے ہیں اور اس کی ترقی کے خواہاں ہیں یکجا ہو کر ضروری مسائل پر باہمی مشورے سے کسی مشترک نتیجے پر پہنچیں گے۔ مایوسی اور پست ہمتی کو دور کر کے نئے جوش اور ولولے کے ساتھ اردو کی خدمت میں منہمک ہو جائیں گے۔ ہم مقامی اور بیرون علی گڈھ کے تمام باشندوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اردو کانفرنس کی مجلس استقبالیہ کے رکن بنیں اور اس اہم کام میں ہر طرح سے تعاون کریں۔

(۱) پروفیسر محمد حبیب چیرمین شعبہ سیاسیات مسلم یونیورسٹی علی گڈھ (۲) ڈاکٹر عبد العلیم چیرمین شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڈھ (۳) پروفیسر رشید احمد صدیقی چیرمین شعبہ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڈھ (۴) شیخ عبد الرشید چیرمین شعبہ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڈھ (۵) عتیق احسن کاموں پوری ناظم شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڈھ (۶) ممتاز حیدر پرنسپل مسلم گرلس کالج علی گڈھ (۷) شفاء الملک حکیم عبد اللطیف پرنسپل طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڈھ (۸) ڈاکٹر سید محمد طاہر رضوی ریڈر شعبہ جغرافیہ مسلم یونیورسٹی علی گڈھ (۹) محمد عبد اللہ درانی ریڈر شعبہ انجینرنگ مسلم یونیورسٹی علی گڈھ (۱۰) عشرت حسین ہیڈ ماسٹر مسلم یونیورسٹی ہائی اسکول (۱۱) صاحبزادہ شہزاد احمد خاں آنریری سکریٹری مسلم یونیورسٹی اولڈ بوائز ایسوسی ایشن علی گڈھ (۱۲) سید ظہیر الدین علوی رجسٹرار جامعہ اردو (۱۳) خورشید الاسلام شعبہ اردو (۱۴) معین احسن جذبی لکچرار شعبہ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڈھ (۱۵) عبد الرحمن خان شروانی سکریٹری مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علی گڈھ (۱۶) محمد احمد سعید صدر (یونین) مسلم یونیورسٹی علی گڈھ (۱۷) مرزا احمد رسول اسسٹنٹ وائس چانسلر (۱۸) انعام اللہ ہاشمی اسسٹنٹ رجسٹرار مسلم یونیورسٹی علی گڈھ (۱۹) محمد علی (۲۰) منظور علی فاروقی تمنا (۲۱) محمد احمد اللہ خطیب جامع مسجد (قاضی شہر) (۲۲) حکیم آنند سروپ بسمل جہان آبادی (۲۳) مولوی عبد القیوم (۲۴) حافظ محمد عثمان (۲۵) متھرا پرشاد شیدا (۲۶) محمد احمد اللہ خان شروانی (۲۷) محمد عبد الشاہد خان شروانی ناظم جمعیت العلماء علی گڈھ (۲۸) مولوی محمد فاروق سکریٹری کانگریس کمیٹی علی گڈھ (۲۹) ٹی۔ سی۔ کوچر (صدر) رایوجی ایسوسی ایشن علی گڈھ (۳۰) حکیم محمد احمد خیری (۳۱) محمد اسحاق انصاری صدر مومن کانفرنس (۳۲) رفیع الدین (صدر) سیرت کمیٹی علی گڈھ (۳۳) محمد الیاس صدر انجمن خادمان رسول (۳۴) پرمیشوری پرشاد ماتھر ایم۔اے (۳۵) افضل الرحمن بی۔اے۔ایل ایل۔بی وکیل علی گڈھ (۳۶) ثاقب حسین کاظمی۔

چودھری محمد سلطان ریڈر شعبہ سیاسیات مسلم یونیورسٹی
(صدر)

فوق کریمی
(کنوینر)

انجمن کی خبریں

دھلی

آل انڈیا یونانی طبی کانفرنس کی ورکنگ کمیٹی منعقدہ ۱۱ جنوری سنہ ۱۹۵۳ ع نے اُردو زبان کے متعلق حسب ذیل تجویز پاس کی ہے۔

"اس بات سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ فن طب کا تمام لٹریچر اور نصاب کی کتابیں ہندوستان کی زبان میں صرف اُردو زبان میں پائی جاتی ہیں اور طب یونانی کی بنیاد اُردو کے اس لٹریچر پر ہے۔ اسلئے تمام اطباء یونانی کا اخلاقی اور فنی فرض ہے کہ وہ اُردو زبان کی ترویج و ترقی کی طرف توجہ کریں۔ بنا بریں آل انڈیا یونانی طبی کانفرنس کی ورکنگ کمیٹی کا یہہ جلسہ ہندوستان کے اطباء یونانی کو اسطرف توجہ دلاتا اور پر زور اپیل کرتا ہے کہ تمام اطباء اور طبی ادارے اُردو زبان کی ترقی کی تمام تحریکات میں پورا پورا حصہ لیں۔ یہہ جلسہ ہندوستان کی مرکزی حکومت اور صوبائی حکومتوں اور طبی بورڈوں سے پرزور مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اُردو زبان کو ہندوستان کی اور ہندوستان کے ہر صوبہ کی عام اور مشترکہ زبان تسلیم کریں۔ نیز یہہ جلسہ ہندوستان کی تمام یونیورسٹیوں، کالجوں اور دارالعلوموں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ اپنے اداروں میں اُردو زبان کو ایک اہم اور بنیادی مضمون کی حیثیت سے داخل کریں اور اسکی ترقی کی مناسب تدابیر اختیار کرتے رہیں"۔

مراداباد

۵ جنوری کو جنرل سکریٹری مراداباد آئے مقامی ورکرس سے ملاقاتیں کرنے کے بعد ۵ کی شام کو انھوں نے خواتین کو مخاطب کیا اور اُن کو انکی شاندار خدمات پر مبارکباد دی لیکن انھوں نے خواتین کو بتایا کہ محض دستخطوں کی مہم کے ختم ہونے کے بعد اصل کام ختم نہیں ہوجاتا۔ زبان کا مسئلہ تو اب ہندوستان کی مشترک تہذیب کی حفاظت کا مسئلہ بن گیا ہے اور دستخطی مہم میں جو تنظیم پیدا کی گئی اسکو بہتر سے طریقہ پر استعمال کرنا ہے۔ خواتین نے قاضی صاحب کو یقین دلایا کہ وہ اب اپنی اس تنظیم کو زیادہ سے زیادہ مضبوط بنائینگی۔

یہہ امر کچھہ تعجب انگیز نہیں کہ اونچے طبقہ کی خواتین اس تحریک سے دور رہتی ہیں لیکن متوسط اور عوامی طبقہ کی خواتین نے جو مثال قایم کی ہے اسکو دیکھہ کر ہماری بہت سی بہنوں کو جو اپنی اونچی سطح سے نیچے اتر کر اپنے وقار کو ٹھیس لگانا پسند نہیں کریں ایک دن شرمندہ ہونا پڑیگا۔

لکھنو

لکھنو ۱۱ جنوری - آج انجمن ترقی پسند مصنفین لکھنو کے جلسہ میں پاکستان کے دو ترقی پسند ادیبوں، فیض احمد فیض اور سجاد ظہیر کو چار چار سال کی سزا دیے جانے کے بارے میں یہہ قرارداد منظوری کی گئی۔

"انجمن ترقی پسند مصنفین لکھنو کا یہہ جلسہ حکومت پاکستان کے اس فیصلے کے خلاف احتجاج کرتا ہے جس کی رو سے پاکستان کے دو ترقی پسند ادیبوں، فیض احمد فیض اور سجاد ظہیر کو چار چار سال قید بامشقت کی سزا دی گئی ہے ان کا مقدمہ ایک خاص عدالت کے ذریعہ سے بند کمرے میں ہوا، اور انھیں اپنی مرضی کے وکیل کرنے کی بھی اجازت نہیں دی گئی جس کی وجہ سے انھوں نے اپنی کوئی صفائی نہیں پیش کی۔

یہہ جلسہ حکومت پاکستان سے پرزور مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرے اور یا تو ان پر کھلی عدالت میں مقدمہ چلائے اور انھیں صفائی پیش کرنے کا پورا موقعہ دے یا انھیں غیر مشروط طور پر رہا کردے۔

یہہ جلسہ تمام دنیا کے دانشوروں، ادیبوں، فنکاروں اور جمہوریت دوست انسانوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ اس فیصلے کے خلاف آواز بلند کریں۔

دھلی دو سال سے شری چترگپت سبھا کی زیر سرپرستی "یوم برق" منایا جارہا ہے اس سال یہہ سبھا کی گولڈن جوبلی کے سلسلے میں یہہ تقریب تقریباً تین ماہ پیشتر ۲۷ دسمبر سنہ ۱۹۵۲ ع کو منائی گئی۔ صدارت کے فرائض

منشی بشیشور پرشاد منور نے انجام دیئے۔ جناب تلہ لاہوری اور پروفیسر آل احمد سرور کے مقالے پڑھے گئے۔ بہت سے بیرونی اور مقامی شعرا نے شرکت کی۔

اہل ذوق حضرات میں سے مولوی حبیب اللہ، منشی عبدالقدیر، حاجی محمد ابو صالح، کنج بہاری کشور ماتھر، لکشمی ریسٹوران کے مالک شری ہیرالال، سردار صاحب سردار، ماسٹر جگت سنگھ، محترمہ حمیدہ سلطان، شری رگھوناتھ رینہ ایم اے (علیگ) حکیم خلیل الزماں نائب صدر میونسپل کمیٹی دہلی، لالہ شری ناتھ جی کی زوجہ محترمہ، پرماتما سروپ بھٹناگر نائب سکریٹری دہلی میونسپل کمیٹی وغیرہ تشریف رکھتے تھے۔

اسی شب کو ساڑھے ۹ بجے ایک اور تقریب ہونے والی تھی جس کے سبب ۹ بجے شب کو مشاعرہ ختم کرنا پڑا افسوس ہے کہ بہت سے شعرا اپنا کلام نہ سنا سکے۔

امروہہ | مدرسہ عربیہ جامع مسجد امروہہ میں زیر صدارت حاجی عبدالواحد خاں صاحب اردو دستخطی مہم کے سلسلہ میں ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں اساتذہ اور طلباء نے کثیر تعداد میں شرکت کی ماسٹر محمد احسان حسین صاحب سکریٹری انجمن ترقی اردو امروہہ نے دستخطی مہم کی سابقہ کارگذاری پیش کی اور تحصیل امروہہ میں دستخط حاصل کرنے اور اردو ہفتہ منانے کی پرزور اپیل کی جس کی تمام جلسہ نے تائید کی۔

حیدرآباد کلچرل کانفرنس میں زبان کا مسئلہ

کلچرل کانفرنس میں اردو اور ہندی کے ادیبوں نے جس انداز سے ان مسائل پر غور کیا ہے وہ بہت ہمت افزا ہیں۔ اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس قضیہ کو سلجھانے کا طریقہ یہی ہے کہ ان دونوں زبانوں کے ادیب ساتھ بیٹھکر سر جوڑ کر ان دونوں زبانوں میں ہم آہنگی اور اشتراک پیدا کریں۔ ہندی و اردو کے قضیہ کو دونوں زبانوں کے ادیبوں و شاعروں اور فنکاروں کا اتحاد ہی حاصل کر سکتا ہے۔ کلچرل کانفرنس میں ہندی ادیبوں نے اردو کے ارتقاء پر اور ہندی کی ترقی میں مسلمانوں کی خدمات پر جس انداز سے روشنی ڈالی ہے اس سے دونوں زبانوں کے درمیان اختلافات کی خلیج دور ہو سکتی ہے۔ اور اس تعصب پر کہرا وار پڑتا ہے کہ ہندی ہندوؤں یا سنسکرتی پنڈتوں اور اردو مسلمانوں کی زبان ہے۔ زبان کسی فرقہ یا مذہب کی میراث نہیں اور نہ ہندی ہندوؤں کی اور نہ اردو مسلمانوں کی زبان ہے۔ حیدرآباد کلچرل کانفرنس کے مباحث کا بنیادی محور یہی تصور تھا اور یہی تصور صحت مندانہ مفید اور امید افزا بھی ہے۔ اس کانفرنس میں کسی مقرر نے یہہ تجویز بھی پیش کی کہ زبان کے مسئلہ کو سلجھانے اور اختلافات کو دور کرنیکیلئے مشترکہ رسم الخط قرار دیا جائے یہہ تجویز اگرچہ نئی نہیں ہے لیکن پہلی مرتبہ تمام زبانوں کے ادیبوں کے سامنے پیش کی گئی ہے جو ایک ہی جگہ جمع ہوئے۔ اس کانفرنس میں اگرچہ اس تجویز پر غور نہیں کیا گیا لیکن یہہ امید بیجا نہ ہوگی کہ اس مسئلہ پر مختلف زبانوں کے ادیب اعلی سطح پر غور کریں۔ چونکہ آزادی ہند کے بعد زبانوں کا مسئلہ بھی ایسی گھناونی شکل اختیار کر رہا ہے جیسے کہ تقسیم سے پیشتر ہمارے ملک میں فرقہ واریت نے افسوسناک صورت اختیار کر لی تھی۔ کلچرل کانفرنس نے تلنگی، کنڑی مرہٹی، ہندی اور اردو کے ادیبوں کو ایک مرکز پر جمع ہو کر ایک دوسرے کو سمجھنے، زبان کو تہذیبی اتحاد و اشتراک کا واسطہ بنانے پر غور کیا ہے۔ اگر وسیع پیمانے پر ایسی کوشش کی جائے تو یقیناً وہ خلیج مٹ جائے گی جو ان مختلف زبانوں کے درمیان پیدا ہو رہی ہے۔

(روزنامہ سیاست)

"ترقی پسند ادب"

سردار جعفری کے قلم سے "ترقی پسند ادب" پر یہہ پہلی مستند کتاب ھے جو ادب کی ترقی پسندی کے متعلق بہت سے ناواقف لوگوں کی غلط فہمیوں کو رفع کردیگی۔

یہہ ضروری نہیں کہ ھر شخص ھر اُس بات سے جو سردار جعفری نے لکھی ھے، متفق ھوجائے لیکن یہہ ھم جانتے ھیں کہ اس کتاب کے مطالعہ سے اردو ادب میں ترقی پسندی کے رجحانات کے متعلق بہت سے غلط زاویے جو قائم کرلئے گئے ھیں درست ھوسکتے ھیں۔ اس لئے ھم اس کتاب کو ترقی پسند ادب کے متعلق ایک مستند اور معتبر دستاویز سمجھتے ھیں۔

اپنے پورے موضوع پر حاوی ھونے کے لئے سردار جعفری نے اپنی کتاب کو چار حصوں میں تقسیم کیا ھے۔ پہلی جلد اب انجمن نے شائع کردی ھے (جسکی قیمت ۶ روپیہ ھے)۔ دوسری، تیسری اور چوتھی جلدوں میں ترقی پسند شاعری، ترقی پسند افسانہ اور ترقی پسند تنقید کے مسایل پر بحث کی جائیگی اور انمیں ترقی پسند ادیبوں اور انکی تحقیقات کا جایزہ لیا جائیگا اور اس ادب کے انتخابات بھی پیش کئے جائینگے۔

ترقی پسند ادب کے حامیوں سے زیادہ اسکے نکتہ چینیوں کے لئے اس کتاب کا پڑھنا ضروری ھے اور ھم سمجھتے ھیں کہ انجمن نے اس کتاب کی صورت میں ایک بہترین قلم کے ذریعہ سے اس ادبی تحریک کے ھر پہلو کو واضح کرنے کی بہت اچھی کوشش کی ھے۔

انجمن ترقی اردو (ھند)

باھتمام عزیز حسین منیجر نیشنل پرنٹرس کمپنی میں چھپا اور قاضی عبدالغفار صاحب پبلشر نے صدر دفتر انجمن ترقی اردو (ھند) علی گڈھ سے شائع کیا۔